© rasailojaraid.com

تبرکات آزاد

امام الهند مولانا ابوالکلام آزاد

فتح و کامرانی کا دار و مدار

یہ غریب الدیار عہد و نا آشنائے عصر و بے گانۂ خویش و نمک پروردۂ ریش، معمورۂ تمنا و خرابۂ حسرت کہ موسوم بہ احمد و مدعو بابی الکلام - ۱۸۸۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۰۵ھ میں ہستی عدم سے اس عدم ہستی نما میں وارد ہوا، اور تہمت حیات سے متہم۔ الناس نیام، اذا ماتوا فانتبھوا۔

شورے شد واز خوابِ عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی است شبِ فتنہ، غنودیم

والد مرحوم نے تاریخی نام "فیروز بخت" رکھا تھا، اور مصرعہ ذیل سے ہجری سال کا استخراج کیا تھا:

"جواں بخت و جواں طالع، جواں باد"!

ساری فیروز بختی و جواں طالعی کا معاملہ آج نہیں کل فیصل ہونے والا ہے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ اصلی فیروز مندی وہاں کی فیروز مندی ہے، اور جواں بخت وہی ہے جو اس آنے والے دن کی آزمائش میں پورا اترے۔ لکل امری منھم یومئذٍ شان یغنیہ! اگر وہاں روحٌ وریحانٌ و جنت نعیم اور فوز عظیم کی فیروزی و کامرانی ہاتھ آئی، تو پھر بخت بختِ ارجمند ہے اور طالع طالع بلند۔ لیکن اگر وجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ اور لابشری یومئذ للمجرمین کی رسوائی و مایوسی ملی، تو پھر نہ اس حرمان نصیبی کے لئے کبھی امید ہے، نہ اس ماتمِ حسرت کے لئے کبھی خاتمہ بختِ اسکندری و تختِ جمشیدی بھی ہاتھ آئے، تو لے کر کیا کیجئے!

گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد
دل و دیں "راہمہ دربازم و توفیر کنم"!

آبائی وطن دہلی مرحوم ہے:

سلام علی نجد، ومن حل بالنجد!

مگر وطن مادری سرزمین مطہر طیبہ و دار الہجرت سید الکونین و شہرستان نبوت و وحی ہے، قبلۂ عبادت گزاران عشق، و کعبۂ نیازمندان شوق۔ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دارم دلے گرداں، کہ من قبلہ نمامی خواہمش

رُوسُوے ابرویش کند، ہرچندمی گردانمش

اور وطنِ حقیقی کی نسبت کیا کہیئے کہ بحکم کن فی الدنیا کانک غریب ہم سب غربت سرائے ارضی کے آوارہ و مسافر۔ تمام مسافرانِ ہستی ایک ہی قافلہ غربت کے رہ سپار۔ سب کو ایک ہی مستقر و موطن درپیش۔ البتہ کسی کے لئے ساءت مستقرا و مقاما میں داخل، اور کسی خوش نصیب کے لئے حسنت مستقرا و مقاما۔

ابرح مایکونْ المشرق یوما

اذا دنت الخیام من الخیام

مولد و منشاء طفولیت وادی غیر ذی ذرع "عند بیت اللہ المحرم ہے۔ یعنی مکہ معظمہ زاداللہ شرفاو کرامتہ۔ محلہ قدوہ۔ متصل باب السلام:

بلادبھا تمت علی تمائمی

واول ارض مس جلدیَ ترابھا!

اس وقت کہ ۱۳۳۵ھ قریب الاختتام ہے، قافلہ برق رفتارِ عمر منزلِ ثلاثین تک پہنچ چکا:

یقولون ھل بعد الثلاثین ملعباً؟

فقلت وھل قبل الثلاثین ملعتاً؟

قریب ہے کہ چشم زدن میں یہ منزل بھی پیچھے رہ جائے، اور آگے کا حال کچھ معلوم نہیں:

پہلے مجسم امید تھا: اب سرتاسر حسرت ہوں

مختصر حالِ چشم و دل یہ ہے

اِس کو آرام، اُس کو خواب نہیں!

اس پر بھی اگر داستان سرائی کا شوق ہو، تو ان پورے تیس برسوں کی سرگزشت سن لیجئے۔ حکایت برق و خرمن کوئی افسانہ دراز نہیں جس کے لئے پوری رات آنکھوں میں کاٹنی پڑے۔ صرف ایک نالہ گرم اور آہ سرد میں پوری حکایت ختم ہے:

ہمسایہ شنید نالہ ام، گفت

"خاقانی را دگرشب آمد!"

ایک صبح امید تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی:

ہم چو عیدے کہ درایام بہار آمد و رفت!

ایک شام مایوسی تھی جس کی تاریکی کو امید کا کوئی چراغ روشن نہ کرسکا:

بجھا ہے دل جب سے مجھ حزیں کا، چراغ جلتا نہیں کہیں کا!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا امید و حسرت کے دو دن، ایک ہوسِ تعمیر میں بسر ہوا، ایک ماتم تخریب میں۔ ایک دن تنکے چنتے رہے، دوسرے دن دیکھا، تو راکھ کا ڈھیر تھا۔ جس پر خوب جی بھر کے آنسو بہائے:

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است

زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است!

اور دراصل اس شعبدہ گاہ ہستی کی بڑی سے بڑی مہلتوں کا بھی یہی حال ہے۔ لم یلبثو الا عشیۃ اوضحاھا اور قالوالبثنا یوماً او بعض یوم۔

عہد طفلی ایک خوابِ عیش تھا:

حیف صد حیف کہ مازود خبردار شدیم!

آنکھیں کھلیں تو عہد شباب کی صبح ہو چکی تھی، اور خواہشوں اور ولولوں کی شبنم سے خارستانِ ہستی کا ایک ایک کانٹا پھولوں کی طرح شاداب تھا۔ اپنی طرف دیکھا، تو پہلو میں دل کی جگہ سیماب کو پایا۔ دنیا پر نظر ڈالی، تو معلوم ہوا کہ اس صبحِ فریب کے لئے نہ تو سوز و تپش کی دوپہر ہے، نہ ناامیدی و ناکامی کی شام۔ یہ سارا شہرستان امید اور نگار خانہ نظر فریب صرف ایک ہمارے ہی دیدہ و دل کی کام جوئیوں کے لئے بنا ہے، اور گویا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ ہماری ہوس ناکیوں کے لئے چشم براہ ہے۔ جس طرف کان لگایا، یہی صدا سنائی دی۔ معلوم نہیں اپنی ہی گنبدِ غفلت اور ہنگامہ ہوس کی گونج تھی، یا نو گرفتارانِ طلسم شباب کی ہوش ربائیوں کے لئے خودساز ہستی کا نوائے فریب ہی یہی ہے:

شہریست پر زخوباں، وزہر طرف نگارے

یاراں صلائے عام ست گرمی کنید کارے!

جس طرف نظر اٹھائی، ایک صنم آباد الفت و پرستش نظر آیا۔ جس میں مندروں اور مورتیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہر مندر جبین نیاز کا طالب۔ ہر مورتی دل فروشی و جاں سپاری کیلئے وبال ہوش۔ ہر جلوہ برق تمکین و اختیار۔ ہر نگاہ بلائے صبر و قرار:

الفراق اے صبر و تمکیں! الوداع اے عقل و دیں!

جس راہ میں قدم اٹھایا، زنجیروں اور کمندوں نے استقبال کیا۔ جس گوشے میں پناہ لی، وہی زندانِ ہوش و آگہی نکلا۔ ایک قید ہو تو توڑ کر کھینچئے۔ ایک زنجیر ہو، تو اس کی کڑیاں گنیے۔ دل ایک تھا، مگر تیر ہزاروں ہاتھوں میں تھے۔ نظر ایک تھی، مگر جلووں سے تمام عالم معمور تھا۔ ہر کشش نے اپنا تیر چلایا۔ ہر رہزن نے اپنی کمند پھینکی۔ ہر فسوں ساز نے اپنا افسونِ محبت پھونکا۔ ہر جلوہ ہوش ربا نے صرف اپنے ہی دامِ الفت میں اسیر اور اپنی ہی فتراکِ اسیری کا نخچیر رکھنا چاہا:

واے بر صیدے کہ یکے باشد و صیادے چند!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا، تو سر بلندی و سرفرازی کے لیے دل خون ہوا۔ کبھی سبزہ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑ گئی، تو اپنے پندار و خود پرستی پر شرم آئی۔ کبھی بادِ صبا کی روش پسند آئی تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی، آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہوا سمائی۔ کبھی آبِ رواں کی بے قیدی و بے تعینی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھ ماتم کیا۔ پھولوں کو جب کبھی مسکراتے دیکھا، تو اپنی آنکھوں نے کبھی رونے میں کمی نہ کی، اور درختوں کو جب کبھی جنبش ہوئی، شاخوں نے جھوم جھوم کر وجد کیا، تو اپنی سنگینی و بے حسی بھی ضرور یاد آ گئی۔ غرض کہ نہ تو اسباب میں کمی تھی اور نہ استعداد بالکل مفقود تھی۔ بجلیاں کوندتی رہیں۔ بادل گرجتے رہے۔ لیکن افسوس کہ نیند بھی بڑی ہی سخت تھی اور پشتِ غفلت کسی بڑے ہی سخت تازیانے کا انتظار کر رہی تھی:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی، ورنہ سدا

در قبول تو اس آرزو میں باز رہا!

بہتر یہ ہے کہ صاف صاف ہی کہہ دیا جائے:

ہاں! بانگ بلند ست ایں، پوشیدہ نمی گویم!

گمراہیِ عمل کی آخری حد فسق ہے اور گمراہیِ اعتقاد کی الحاد۔ سو فسق و الحاد کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جس سے اپنا نامہ اعمال خالی رہا ہو، اور فسق خود بھی ایک کامل قسم کا عملی الحاد ہے:

چو پرسش کنم روزِ حشر خواہد شد

تمسکات گناہانِ خلق پارہ کنند!

قبل اس کے کہ ہم پر شہادت دی جائے، بہتر ہے کہ خود آپ ہی اپنے لئے شاہد بن جائیں۔ اقرا کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ اور ہم شہادت دیں یا نہ دیں، خود ہمارا وجود ہی سرتاپا شہادت ہے۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرہ ولوالقیٰ معاذیرہ۔ ہاتھ پاؤں کی شہادت پر تعجب کیوں ہو! جب اس دنیا ہی میں دیکھ رہے ہیں کہ اس کا ہر لحہ یوم الاشہاد کا حکم رکھتا ہے، اور خود ہمارا قرین بغل ہی دم بدم شہادت دے رہا ہے۔ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ۔ البتہ ساری ہلاکت اس میں ہے کہ ہنگامۂ غفلت و خود فراموشی میں نفسِ لوامہ کی صدائے شہادت بہت کم کانوں تک پہنچتی ہے۔ اور پہنچتی ہے، تو خود ہمارے ہی ہاتھ سرشاری و بدمستی کے نقاروں پر اس زور سے پڑ رہے ہیں کہ ان کے شور و غل میں یہ سرگوشیِ ملامت کب کام دے سکتی ہے! الا یہ کہ صیحۃً واحدۃً فاذاھم خامدون! کی گھڑی سر پر آ جائے۔

گوشت از بارِ در گراں شدہ است

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن دنیا کی ساری سچائیوں اور یقینیوں سے بڑھ کر یہ حقیقت ہے کہ:

کارِ ساز ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما درکارِ ما آزارِ ما!

اور اس راہ کی نیرنگیوں کا کچھ عجب حال ہے:

کہ علم بے خبر افتاد و عقل بے حس شد!

ہر چند راہ ایک ہی ہے، لیکن کرشمے بے شمار ہیں۔ اور گو ہوش سب کھوتے ہیں مگر ایک ہی جلوے سے نہیں:

اے ترا با ہر دلے رازے دگر!
ہر گدا را بردرت نازے دگر!

کوئی پکارتا ہے اور دروازہ نہیں کھلتا۔ کوئی بھاگتا ہے اور اس پر کمند پھینکے جاتے ہیں۔ قانون طلب دستی سے انکار نہیں لیکن اگر وہ بے طلب دینا چاہے، تو اس کا ہاتھ پکڑنے والا کون ہے؟" ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات۔ الا فتعرضوا لہا"

کارِ زلفِ تست مشک افشانی، اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند!

غرض کہ اپنی غفلت پرستیوں کا تو یہ حال تھا۔ لیکن ادھر کار فرمائے غیب کا فیصلہ کچھ دوسرا ہی ہو چکا تھا۔

بہ دور گردیِ من از غروری خندد
حریف سخت کمانے کہ در کمیں دارم

ناگہاں جاذبہ توفیق الٰہی پردۂ عشقِ مجاز میں نمودار ہوا، اور ہوس پرستی کی آوارگیوں نے خود بخود شاہراہِ عشق و محبت تک پہنچا دیا۔ آگ لگتی ہے تو رفتہ رفتہ شعلے بھڑکتے ہیں۔ سیلاب آتا ہے، تو بتدریج پھیلتا ہے۔ یہ تو ایک بجلی تھی جو آناً فاناً نمودار ہوئی، چمکی، اور دیکھا تو خاک کا ڈھیر تھا:

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

اصل میں منزلیں تین ہی ہیں۔ ہوس، عشق، حقیقت:

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بُدم، پختہ شدم، سوختم

اور یہاں عشق سے مراد عشقِ محدود و ناقص یعنی عشقِ مجازی ہے، نہ کہ علی الاطلاق، کیونکہ اس اعتبار سے تو اول و آخر جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ ہے، عشق ہی ہے۔ تمام کائنات ہستی میں بجز اس کے ہے اور کون؟ آسمانوں کا ستون ہے۔ تو یہی ہے، زمین کا مدار و محور قائم ہے، تو اسی کے دم سے۔ دنیا میں جس قدر ظاہر ہے، یہی ہے، جس قدر باطن ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہاری نگاہ وحدت ناآشنا نے ایک ہی حقیقت کو طرح طرح کے ناموں سے موسوم کر دیا ہو۔ کتنے ہی پردے ہیں، جو اسی کج نظری و کثرت بینی نے جمالِ حقیقت یگانہ و یک رنگ پر ڈال رکھے ہیں، ورنہ:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں

ہر کجامی نگری، انجمنے ساختہ اند

اصل یہ ہے کہ اس راہ کی کامیابی کا سارا دارومدار قطع و وصل اور شکستگی و پیوستگی پر ہے۔ اور قرب ایک منزل ہے جس تک پہنچنے کی راہ بُعد ہی میں سے ہو کر نکلی ہے۔ یعنی ایک سے ملنے کے لئے سب کو چھوڑنا اور ایک سے جڑنے کے لئے سب سے کٹنا۔ اس دروازہ کا کھلنا اس پر موقوف ہے کہ وہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں جو پہلے کھول لئے گئے تھے:

در قبولِ نظرِ عشق ہزاراں شرط ست

اول از عافیتِ رفتہ ندامت باشد

انسان کی محبوبات و مالوفات کے الجھاؤ ایک نہیں بیشمار ہیں۔ اس کی گردن (میں) الفتوں کی طوق کا بوجھ ہے۔ اس کے پاؤں علائق کی زنجیروں سے گراں بار، اس کا دل چاروں طرف سے صدہا قسم کی کششوں کا نشانہ، ہر زنجیر کے بندھن پر مرتا اور ہر علاقہ کی الفت میں اسیر رہنا چاہتا ہے: زُیّن للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا تو اب اصل کام یہ ہوا کہ یہ ساری بندشیں کٹیں اور پرستش ماسوی اللہ کی ساری زنجیریں ٹوٹیں۔ اس کے لئے صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ایسا کوئی طاقتور ہاتھ آمادۂ عقدہ کشائی ہو کہ گن گن (کر) ایک ایک گرہ کھول دے۔ ایک کے بعد ایک، ساری زنجیریں کھلتی جائیں۔ یا پھر ایک تلوار چمکے، جس کا ایک ہی بھرپور ہاتھ چشم زدن میں ساری بندشوں اور زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے۔ نہ ناخنِ گرہ کشا کی منت پذیری، نہ زنجیروں کی حلقہ شماری کی انتظاری۔ ایک سوکھی لکڑی کے جلانے کے لئے ہزاروں تدبیریں کیجئے جب کہیں آگ سے دھواں اٹھے۔ لیکن معلوم ہے کہ ہزاروں آشیانوں اور خرمنوں کے لئے بجلی کی ایک ہی نظر شعلہ بار کافی ہوتی ہے:

گفتم چگونہ می کشی و زندہ می کنی؟

ازیک نگاہ گشت، جوابے دگر نہ داد

قطعِ علائق اور دفعِ موانع کی [illegible] راہیں [illegible] سعی و [illegible] اور طلب و جستجو [illegible] کی جاتی ہیں [illegible] سب پہلی صورت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخل ہیں۔ اور دوسری صورت جذب و عشق کی ہے۔ یہ قوت فرشتۂ عشق کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہیں کہ ہزاروں نشتروں کا کام ایک ہی وار میں پورا کر دے:

دم شمشیر بود رہگزرِ عشق، وے
ہر کہ ایں رہ نہ رود، پے بہ درِ دل نہ برد

اسی لئے عرفائے طریق نے کہا: عشق کی بری سے بری گرفتاری بھی بیدردی و بے سوزی کی آزادی سے ہزار درجہ بہتر ہے، اور اس راہ کی ناکامی بھی کم از فتح و فیروزمندی نہیں:

رہ رواں را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ ست و ہم خود منزل ست

گو اس کی گرفتاری بھی گرفتاری اور اٹکاؤ بھی اٹکاؤ ہے، لیکن بہر حال یہی نفع کتنا بڑا نفع ہے، کہ اس کی بدولت کام بہت آسان و مختصر ہو جاتا ہے اور آنے والی منزل کے سارے کاموں کی مشق پہلے ہی سے ہو جاتی ہے۔ پہلے سو زنجیروں کو توڑنا تھا، تو اس کی بدولت اب صرف ایک ہی زنجیر سے چھوٹنے کا معاملہ باقی رہ گیا۔ پہلے ہزاروں چوکھٹوں کی جبہہ سائیوں سے پیشانی داغدار تھی۔ کس کس داغ کو مٹاتے! کن کن پرستگاہوں کو ڈھاتے! اب خود بخود سب مٹ گئے۔ صرف ایک ہی چوکھٹ کا نشان سجدہ رہ گیا۔ اور اصلی کام بھی یہی تھا کہ پیشانی ایک ہے تو سجدہ گاہ بھی ایک ہی ہو۔ جب یہاں تک معاملہ پہنچ گیا اور ایک کے لئے سب کو چھوڑنے کا سبق مل گیا تو اس ایک کو بھی مسجود حقیقی کی خاطر چھوڑنا کیا مشکل ہے! ممکن ہے کہ ایک جھٹکے میں یہ رشتہ آخری بھی ٹوٹ جائے اور پھر اس آزرکدہ ہزار پرستش سے خلیل وار صدائے: انی وجهت وجهی للذی فطرالسماوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین بلند ہو:

بیفشاں زلف و صوفی راببازی و برقص آور
کہ از ہر رقعۂ و لقش ہزاراں بت بیفشانی

یہی وجہ ہے کہ اس سفر کی سب سے اقرب راہ منزل مجاز ہی سے ہو کر نکلی ہے:

بادہ گر خام بود، پختہ کند شیشۂ ما!

اور بعض صورتوں میں تو بغیر اس کے چارہ ہی نہیں۔ گو وہ خود کبھی مرض ہے۔ لیکن ہزاروں بیماریوں کا علاج بھی اس کے سوا کوئی نہیں:

گرچہ آشفتگی کارِ من از زلفِ تو بود
حلِ ایں عقدہ ہم از رُوے نگار آخر شد

مانا کہ گرفتاریِ عشق کی یہ ایک زنجیر بھی پابندیوں کی ہزاروں زنجیروں سے بوجھل ہوتی ہے اور اس کی ترکش کا پہلا تیر پاؤں ہی پر لگتا ہے۔ ۔۔۔ حشی کی ۔۔۔ نی نے خوب کہا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عشق چوں برسرِ کس حملۂ بیداد آرد
اولش قوت بگریختن از پا بردو

لیکن عجب نہیں کہ کسی کے بام بلند تک پہنچنے کے لئے یہی زنجیر کمند کا کام دے جائے کتنے ہی راہ کے خوش قسمت ہیں جن سے سیڑھیوں کا ایک ایک زینہ نہیں گنوایا گیا۔ کمند عشق نے ایک ہی جست میں قصر مطلوب تک پہنچا دیا:

تو و طقع منازلہا، من و یک لغزش پائے!

اور یہ تو منزلِ عشق کے معاملات ہیں۔ تجربہ کاران راہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ اگر رندی و ہوس پرستی کی منزل میں بھی کچھ دیر کے لئے دم لے لیا جائے، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ کتنی ہی شاہراہیں ہیں جو اسی خارزار سے نکلی ہیں:

کعبہ را ویراں مکن اے عشق! کانجا یک نفس
گہ گہے پسماندگانِ راہ منزلی می کنند

البتہ یاد رہے کہ سفر کی کامیابی نہ تو منزلوں پر موقوف ہے نہ مختلف راہوں پر۔ راہ کوئی ہو، قدم میں حرکت اور ہمت میں اقدام ہے، تو کبھی نہ کبھی منزل مقصود تک پہنچ ہی جاؤ گے۔ خواہ راہ میں ہر درخت کے سایے تلے دم لو، خواہ ہر سرائے میں کمر کھولو۔ لیکن ساری نامرادی و بے حاصلی اس کے لئے ہے جس کے لئے راہ و منازل کے تماشے اس طرح دامن گیر ہو گئے کہ وہیں ہمیشہ کے لئے بستر جما دیا:

ہو گا کسی دیوار کے سایے کے تلے میر
کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

ہوس و عشق پر کیا موقوف ہے! کوئی درمیانی منزل ہو، اگر قدم آگے بڑھنے سے رک گئے، تو پھر وہی منزل بت ہے اور رہرو اس کا پرستار۔ تسبیح آرائی و دلق پوشی ہی کی منزل کیوں نہ ہو۔ من شغلک عن اللہ فھو صنمک۔ کامیابی چلتے رہنے اور بڑھتے جانے کا نام ہے کہ:

"ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش کام ہوئے، اور چل نکلے"

اور نامرادی نہیں ہے، مگر اٹکنے اور رہ جانے میں:

یک لحہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

مطلوب اس راہ میں منازل و مراحل ہیں نہ کہ موانع و مہالک۔ اگر جاذبۂ توفیق الٰہی دست گیر ہے، تو موانع، وسائل بن جا سکتے ہیں اور قریب ہے کہ بہتر سے بہتر وسائل محرومان راہ کے لئے موانع و مہالک کے حکم میں داخل ہو جائیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من لم یکن للوصال اھلا

فکل طاعاتہ ذنوب

چنانچہ الحمدللہ کہ اس منزل کے وقفہ نے بھی زیادہ طول نہ کھینچا۔ ایک سال پانچ ماہ کے اندر اس کوچے کے بھی تمام رسم وراہ ایک ایک کرکے دیکھ ڈالے، کوئی گوشہ، کوئی مقام باقی نہ چھوڑا۔ نہ مجنوں سے ہم عنانی کا سودا ہے، نہ فرہاد سے مقابلے کا دعویٰ۔ نہ یہ کہ:

شمئہ از داستانِ عشقِ شورانگیز ماست

ایں حکایتہا کہ از فرہادوشیریں کردہ اند

البتہ یہ ضرور ہے کہ شیوۂ عشق وعاشقی وطریقِ آشفتگی وجاں سپاری کی جتنی باتیں سننے میں آتیں، وہ سب کرکے دیکھ لیں، اور اس راہ کا کوئی حال ومعاملہ ایسا نہیں رہا جو کسی کی زبان پر ہو اور اپنے اوپر نہ گزر چکا ہو:

کچھ قمریوں کو یاد ہیں، کچھ بلبلوں کو حفظ

عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

اس راہ کے رسم وآئین اگرچہ بے شمار ہیں، لیکن ہر رہ رو کو دو مسلکوں میں سے ایک مسلک ضرور اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یا قمری وبلبل کی آوارگی وشورش، یا شمع کی خاموشی وسوزش:

وللناس فی مایعشقون مذاھب

اور تجربہ کارانِ طریق جانتے ہیں کہ دوسری راہ پہلے سے کہیں زیادہ نازک اور کٹھن ہے۔ اس میں بے قیدی و بے وضعی کی آزادی ہے، اس میں ضبط واحتیاط کی پابندی:

اے وضعِ احتیاط! یہ فصلِ بہار ہے

گلبانگ شوق زمزمہ سنج فغاں نہ ہو

اور معلوم ہے کہ شعلوں کی طرح بھڑکنا آسان ہے مگر تنور کی طرح اندر ہی اندر سلگنا اور حفظ وضبط کے سارے آداب وشرائط سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے:

عریاں تنی خوش ست، ولے زیب دیگرست

داماںِ چاک چاک و گریباں دریدہ را

اگر یہ سچ ہے، تو پھر نہ مجنوں کی دشت پیمائیوں پر رشک آتا ہے، نہ فرہاد کی شورش و کوہ کنی پر!

اگر کسی نے عمر بھر دشت وصحرا میں نالہ وزاری کی ہو، تو کی ہو۔ یہاں ایک ایک گھڑی، ایک ایک لمحہ ایسا گزر چکا ہے کہ سینکڑوں آہیں اندر ہی اندر پھنکی ہیں۔ ہزاروں شورشیں سینہ کے اندر ہی اندر جلی ہیں۔ آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی، تو دل کے گوشے ہی میں طوفان اٹھاتے رہے:

بقیہ صفحہ پر

© rasailojaraid.com